اسلام میں نبوت کا تصور

محمد منشا کاشف

غیب کی کنجیاں صرف خالق کائنات کے پاس ہیں۔ کما قال اللہ تعالی:

و عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو و یعلم ما فی البر و البحر و ما تسقط من ورقة الا یعلمھا و لا حبة فی ظلمٰت الارض و لا رطب و لا یابس الا فی کتٰب مبین۔ (الانعام ٥٩)

ترجمہ :۔ اور اسی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں انہیں وہی جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (ترجمہ احمد رضا بریلوی)

تشریح۔ حاشیہ نعیم الدین ص ١٢٩: تو جسے چاہے وہی غیب پر مطلع ہو سکتا ہے۔ بغیر اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا۔ (واحدی) نمبر ١٣٠۔ کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد ہے اللہ تعالی نے ما کان و ما یکون کے علوم اس میں مکتوب فرمائے۔

مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ سوائے خدا تعالی کے کوئی نہیں جانتا اور غیب کی چابیوں کا مالک صرف اللہ خالق کائنات ہے اور اللہ جس کو چاہے بذریعہ وحی خبر دے دیں۔ اپنے بندوں کو بغیر بتائے کوئی نہیں بتا سکتا۔

سید الانبیاء سید الاتقیا احمد مجتبی سرور دو عالم ﷺ کا مشہور واقعہ کہ یہودیوں نے آپؐ سے چند سوالات کئے۔ آپؐ نے دوسرے دن جواب دینے کا وعدہ فرمایا ..... لیکن اٹھارہ دن تک وحی بند رہی اور پھر جب نازل ہوئی تو سب سے پہلے جس بات کی طرف توجہ دی گئی وہ یہ تھی۔ و لا تقولن لشئی انی فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ۔ کبھی بھی نہ کہنا کہ یہ کام کل کروں گا مگر

ساتھ یہ بھی کہو اگر اللہ نے چاہا تو کروں گا۔

اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر وحی نازل کرتا ہے جب تک اللہ کا پیغام نہ ملے اتنی دیر تک اللہ کے رسول بھی نہیں جانتے اور اسی طرح خالق کائنات نے اپنی مقدس کتاب میں ارشاد فرمایا:

غیب کی کنجیاں پانچ ہیں

ان الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث و يعلم ما في الارحام و ما تدري نفس ما ذا تكسب غدا و ما تدري نفس باى لرض تموت ان الله عليم خبير۔ (لقمان آخری آیت)

ترجمہ احمد رضا بریلوی :۔ بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے او کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا ' بتانے والا ہے۔

اس آیت کا شان نزول حاشیہ میں نعیم الدین لکھتے ہیں یہ آیت حارث بن عمر کے حق میں نازل ہوئی۔ جس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اوز یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے۔ خبر دیجئے مینہ کب آئے گا اور میری عورت حاملہ ہے۔ مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے ' لڑکا یا لڑکی۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا۔ یہ بتائیے کہ آئندہ کل کیا کروں گا۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک اور آیت میں ہے :

يسئلونك عن الساعة ايان مرسٰها قل انما علمها عند ربي۔

(اعراف ۱۸۷)

ترجمہ :۔ سوال کرتے ہیں تجھ کو قیامت سے کہ کیا ہے وقت قائم ہونے

اس کے کل۔ آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب کے پاس ہے۔

جو لوگ انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام کو عالم الغیب مانتے ہیں وہ اپنے اعلی حضرت مولوی احمد رضا خان بریلوی اور نعیم الدین مراد آبادی کے اس ترجے اور تشریح سے انکار کر رہے ہیں جو کہ نبی اکرم ﷺ کو عالم الغیب نہیں سمجھتے اگر کوئی قرآن مجید کی ان آیات کا انکار کرتا ہے تو اس کے لئے جنم کا ٹھکانہ ہے.اور اللہ تعالی نے اس مقام پر علم غیب کی وضاحت بیان کی ہے۔

علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من لرتضے من رسول فانه یسئلک من بین یدیه و من خلفه رصدل (سورہ جن آیت نمبر ۲۷)

ترجمہ :۔ خدا عالم الغیب ہے پس وہ اپنے پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو وہ پسند کرے اس کے بھی آگے پیچھے نگہبان فرشتوں کو چلاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ غیب کا علم صرف خداوند تعالی ہی کو ہے ہر "ماکان و یکون " کو وہی جانتا ہے۔ خدائے عزوجل کے علاوہ کسی نبی' ولی' بزرگ' فرشتہ اور جن کو علم غیب نہیں ہے۔ چنانچہ خود حضور ﷺ کے فرامین و واقعات اس امر پر شاہد ہیں۔ ایک حدیث میں آپ قسمیہ فرماتے ہیں :

و اللہ لا ادری و اللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم و انا رسول اللہ۔

ترجمہ :۔ میں اللہ کا رسول ہونے کے باوجود خدا کی قسم میں نہیں جانتا خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

یہاں جو اللہ تعالی نے فرمایا کہ علم غیب پر اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا مطلع کر دیتا ہے۔ تو اس کا مقصد ہے کہ اطلاع غیب کے بعد وہ پھر غیب نہیں رہتا۔ اگر یہ مقصد نہ ہو تو پھر نبی' ولی اور بزرگ تو کیا بلکہ جملہ مخلوق اور امت محمدیہ عالم الغیب ٹھہرتی ہے کیونکہ جس کی اطلاع اللہ تعالی نے اپنے منتخب کردہ رسولوں کو دی تھی۔ اسی غیب کی اطلاع رسولوں نے اپنے امتیوں کو دی اگر اس اطلاع غیب سے رسول عالم الغیب ہو سکتے ہیں تو کیا امت عالم الغیب نہیں ہو

سکتی۔ جبکہ قرآن کی شہادت یہ ہے:

قل ما کنت بدعا من الرسل و ما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی و ما انا الا نذیر مبین۔ (احقاف آیت ۹)

اور مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذلک من انبآء الغیب نوحیہ الیک و ما کنت لدیھم اذ اجمعوا امرھم وھم یمکرون۔ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۲)

ترجمہ:۔ یہ ہے خبروں غیب کی سے کہ وحی کرتے ہیں ہم طرف تیری اور نہیں تھا نزدیک ان کے جس وقت کہ مقرر کیا انہوں نے کام اپنا اور وہ مکر کرتے تھے۔ (ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی) یہ امر یقینی ہے کہ آپؐ نے کسی سے یہ قصہ سنا سنایا بھی نہیں پس یہ صاف دلیل ہے نبوت کی اور صاحب وحی ہونے کی۔

عالم الغیب اور مختار کل کون ہے؟

قرآن مجید پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۸۸ میں ہے:

قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللہ و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون۔

ترجمہ:۔ اے پیغمبر ان لوگوں! سے کہدو کہ خود میرا نفع و نقصان میرے قبضہ اختیار میں نہیں لیکن جو خدا چاہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو خود اپنا بہت سا نفع کر لیتا اور نہ مجھ کو کوئی گزند پہنچتا' میں تو محض عذاب سے ڈرانے والا اور احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

اس آیت کا ترجمہ احمد رضا بریلوی نے یوں کیا ہے۔ تم فرماؤ میں اپنی جانکے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو ڈر

اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ مزید حاشیہ نعیم الدین دیکھئے۔

اور سورہ یونس آیت ۴۹ میں ہے:

قل لا املک لنفسی ضر و لا نفعا الا ما شاء اللہ۔

ترجمہ:۔ آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار ہی نہیں رکھتا مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔

تشریح:۔ آپ غور فرمائیں مذکورہ بالا آیتوں سے ثابت ہوا ہے۔ عالم الغیب اور مختار کل صرف اللہ تعالی ہے اگر پھر بھی یہ لوگ نہ مانیں تو ان کی مرضی قرآن کا انکار کرکے جہنم کے راستہ پر چلتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت کے دن عذاب جہنم میں رہیں گے ان کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔

رسولوں اور بزرگوں کو عالم الغیب جاننے والوں کی تردید سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

و ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورآی ء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم۔ و کذلک او حینا الیک روحا من امرنا ماکنت تدری ما الکتب و لا الایمان ولکن جعلناہ نورا نہدی بہ من یشاء من عبادنا و انک لتہدی الی صراط مستقیم

ترجمہ:۔ اور نہیں کوئی طاقت کسی آدمی کو کہ بات کرے اس سے اللہ مگر جی میں ڈالنے یا پیچھے پردے کے سے یا بھیجے فرشتہ پیغام لانے والا پس جی میں ڈال دیوے ساتھ حکم اس کے جو کچھ چاہتا ہے تحقیق وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف تیری روح کو حکم اپنے سے نہ جانتا تھا تو کیا ہے کتاب اور نہ ایمان، لیکن کیا ہے ہم نے اس کو نور ہدایت کرتے ہیں ساتھ اس کے جس کو چاہتے ہیں بندوں اپنے سے اور تحقیق تو البتہ ہدایت کرتا ہے طرف

راہ سیدھی کی۔ (الشوری آیت ۵۱ ـ ۵۲)

تشریح :۔ اس آیت میں وحی کے تین طریقے بتائے۔ (۱) الہام سے (۲) حجاب کے باہر سے (۳) یا کسی فرشتے کو بھیج دے۔ کوئی بشر اپنی عنصری ساخت اور موجودہ قویٰ اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر مشافحۃ کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے اسی لئے کسی بشر سے اس کے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہو کر مگر اس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہو سکیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر اور خاتم الانبیاء کو لیلۃ الاسراء میں پیش آیا۔

(ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے۔ مگر فرشتہ متجسد ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر نزول کرے اور قلب ہی سے ادراک فرشتہ کا اور صورت کا ہوتا ہو۔ حواس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ رہے۔ میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں یاتینی فی مثل صلصلۃ الجرس سے تعبیر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے ابواب بداء الحق میں وحی کی صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے اسی کو حدیث میں و ھو اشدہ علی فرمایا اور شاید وحی قرآنی بکثرت اسی صورت میں آتی ہو۔ جیسا کہ نزل بہ الروح الامین علی قلبک سے اشارہ ہوتا ہے اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا۔ پیغمبر کے وجود سے باہر کوئی علیحدہ ہستی نظر نہ آتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو' کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لئے اس قسم کو خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں لفظ وحیا سے تعبیر کیا کیونکہ لغت میں وحی کا لفظ اخفاء اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ متجسد ہو کر سامنے آ جائے اور اس طرح خدا کا کلام و پیام پہنچا دے۔ جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے چنانچہ حضرت جرائیل ایک دو مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے اور کبھی غیر معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان ان کی آواز سنتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض اوقات گفتگو سنتے اور سمجھتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے یہ دوسری صورت ہے اور میرے خیال میں اسی کو اس آیت میں لو یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشآء سے تعبیر فرمایا گیا۔ (و اللہ اعلم بالصواب)

باقی حجاب والی صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا (تفسیر عثمانی) علم غیب پر یہ مختصر بحث قرآن مجید کی روشنی میں کی گئی ہے آگے آپ کی مرضی مانیں یا نہ مانیں۔ احمد رضا بریلوی صاحب کے ترجمہ القرآن کے حوالہ جات سے بھی پیش کر دیا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب لوگوں کو حق بات سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

تمام عبادتیں' زندگی' موت خدا واحد لا شریک کے لئے ہیں

فرمان الہی : قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین۔ لا شریک لہ و بذالک امرت و انا اول المسلمین۔

ترجمہ :۔ آپ فرما دیجئے میری نماز' میری قربانی' میری زندگی' میری موت اللہ ہی کے لئے ہے۔ مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے حکم برداروں میں ہوں۔ (الانعام ۱۶۲۔۱۶۳)

تشریح :۔ اس آیت کے شان نزول کا یہ سبب کہ مشرک قربانی اور نیاز اور عبادت میں غیر اللہ کو یعنی بتوں کو شریک کرتے تھے۔ آپؐ کو حکم ہوا کہ یہ

آیت سنا دیں تاکہ مسلمان بھی اولیاء کرام انبیاء علیہ السلام کو خدا کا شریک ٹھہرا کر ان کے نام کی نذر و نیاز چڑھاوے وغیرہ نہ چڑھائیں ہر قسم کی عبادتیں خدا ہی کیلئے کریں۔ جیسا کہ مسلمانوں کو نماز ہی میں حکم ہے جو التحیات للہ و الصلوت کی طرف اشارہ کرکے سمجھا دیا ہے۔ پھر بھی اس پر غور نہ کریں تو ان کی مرضی۔

حضورؐ کی بتلائی دعا سے ہر پریشانی کا حل

اللھم انی عبدک وابن عبدک و ابن امتک و فی قبضتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاؤک اسئلک بکل اسم ھو لک سمیت بہ نفسک او انزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی مکنون الغیب عندک ان تجعل القرآن ربیع القلبی وجلاء ھمی و غمی ما قالھا عبد قط الا اذھب اللہ غمہ و ابدلہ بہ فرحا۔ (رواہ رزین بحوالہ مشکوۃ شریف باب الدعواۃ فی الاوقات فصل سوم کی تیسری حدیث طبرانی میں ہے)

اے اللہ میں بندہ ہوں تیرا ۔۔۔۔۔ اور تیرے بندے کا بیٹا ہوں ہمہ تن تیرے قبضہ میں ہوں' ہے تیرے بارے میں تیرا حکم' عین عدل ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ ۔۔۔۔۔

پیغمبروں کو خدائی یا نیم خدائی کا مرتبہ دینے کی بڑی حد تک ذمہ داری مقدس ہستیوں کی اعتدال سے بڑی ہوئی تقدیس و تکریم پر ہے۔ معتقدوں کی غلو آمیز خوش عقیدگی اکثر اوقات دینی رہنماؤں کو معبود و مسجود کے مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے اس خطرے کا ساری عمر لحاظ رکھا اور کبھی اپنی بے جا تعظیم کی اجازت نہ دی۔ آپؐ سے یہودیوں نے ایک بار دریافت کیا کہ آپؐ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کیا کریں؟ جس طرح عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کی عبادت کیا کرتے ہیں!؟ ارشاد ہوا معاذ اللہ میں غیر اللہ کی عبادت کی

اجازت کا حکم دوں۔ (رحمۃ اللعالمین جلد اول ص ۲۴۷) یہ آیات قرآنی اسی وقت نازل ہوئی تھیں۔

و ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتٰب و الحکم و النبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا ربنیین بما کنتم تعلمون و بما کنتم تدرسون و لا یامرکم ان تتخذوا الملئکۃ و النبیین انتم مسلمون۔

ترجمہ :۔ جس بشر کو خدا کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کرے اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ بلکہ اس کی ہدایت و دعوت یہی ہوتی ہے کہ ہو جاؤ سب اللہ والے مطابق اس کے کہ پڑھتے پڑھاتے ہو اللہ کی کتاب کو وہ ہرگز یہ نہیں کہتا کہ فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنا لو۔ بھلا وہ کفر کے لئے کہہ سکتا ہے بعد اس کے کہ تم اللہ کے فرمانبردار بندے بن چکے ہو ! (پ ۳ آل عمران آیت ۷۹ ۔ ۸۰)

ایک دوسرے موقع پر ایک صاحب نے بارگاہ نبوت میں زبان سے سلسلہ کلام میں نکل گیا۔ ما شاء اللہ و شئت۔ یعنی وہ ہو گا جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔ آپ اس پر سخت برہم ہوئے اور فرمایا : جعلتنی للہ ندا بل ما شاء اللہ وحدہ۔ تم نے مجھ کو خدا کے برابر کر دیا یوں نہیں بلکہ یوں کہو کہ جو تنہا خدا چاہے وہ ہو گا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۴)

ایک صحابی قیس بن سعد کو حیرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ رئیس شہر کے دربار میں جاتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں۔ لوٹ کر آئے تو حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کو سجدہ کیا جائے تو آپ زیادہ مستحق ہیں۔ جواب ملا "تم میری قبر پر گزرو گے تو سجدہ کرو گے؟" کہا جی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو جیتے جی بھی سجدہ نہ کرنا چاہیے۔

(ابو داؤد کتاب النکاح)

کسی نے خوب کہا ہے ؎

سجدہ جے روا ہوندا اللہ دے ماسوا نوں
اصحاب سجدہ کر دے محمدؐ مصطفےٰ نوں

ایک بار حضور ﷺ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کو دیکھ کر ایک شخص پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ کانپنے لگا۔ آپؐ اس کے قریب تشریف لے گئے اور فرمایا ڈرو نہیں میں ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کے ٹکڑے کھایا کرتی تھی۔ (ترمذی)

یہی وہ بوئے جنسیت ہے جس کے بغیر عقیدت کے جذبات نہیں پیدا ہوتے اور عقیدت کے جذبات پیدا کئے بغیر کسی نبی یا مصلح کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ انبیاء اور صالحین کی پرستارانہ تعظیم و تکریم اگرچہ ان کو خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی مگر ان کو کوئی نقصان بھی نہیں پہنچا سکتی۔ البتہ ان کے نیاز مندوں اور معتقدوں کے لئے بے حد ضرر رساں اور ان کی گمراہی کی پستی میں دھکیلنے والی اور خدا سے دور کرنے والی چیز ہے۔ قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کا بڑا جرم یہ فرمایا گیا ہے کہ :

اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ و المسیح ابن مریم و ما امروا الا لیعبدوا الھا واحدا لا الہ الا ھو سبحنہ عما یشرکون۔

ترجمہ :۔ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور راہبوں کو اپنا رب بنا لیا ہے اور مسیح بن مریم کو خدا قرار دیا ہے حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود برحق کی عبادت کریں۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت ۳۱)

چنانچہ اپنی بابت رسول اللہ ﷺ کا یہ مستقل حکم تھا۔

لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ و رسولہ۔ (کتاب الانبیاء رواہ البخاری و مسلم عن عمرؓ مشکوۃ کتاب الادب)

ترجمہ :۔ میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو جیسا کہ یہود و نصاری نے اپنے نبیوں کی شان میں کیا ہے۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں تم مجھ کو خدا کا بندہ اور رسول کہو۔

مولانا حالی نے کہا ۔

تم اوروں کی مانند دھوکہ نہ کھانا
کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھکر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سر فگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اس کا بندہ

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ایک موقع پر اپنے صحابہؓ کو تاکید فرمائی۔

لا ترفعونی فوق حقی فان الله تعالی اتخذنی عبدا قبل ان یتخذنی رسولا۔ (رواه الطبرانی فی الکبیر و الحاکم فی المستدرک کنز العمال ج ۲ ص ۱۳۲)

ترجمہ :۔ تم مجھ کو میرے اصلی مرتبہ سے مت بڑھاؤ اللہ تعالی نے مجھے اپنا رسول قرار دینے سے پہلے اپنا بندہ بنایا ہے۔ پس میں رسول ہونے سے بھی پہلے بندہ ہوں۔ ایک اور موقع پر بعض صحابہؓ سے اظہار عظمت و عقیدت میں کچھ بے اعتدالی اور لغزش ہوئی تو سخت تنبیہہ فرمائی اور ارشاد فرمایا :

لا یستھو ینکم الشیطان انا محمد بن عبد الله' عبد الله و رسوله ما احب ان ترفعونی فوق منزلتی' انزلنی الله۔ (رواه احمد و عبد بن حمید و سعید بن منصور و البیهقی فی شعب الایمان کنز ص ۱۳۲ جلد ۲)

ترجمہ :۔ لوگوں تمہیں شیطان گمراہ نہ کر دے میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں اور اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ تم مجھے

میرے اس مرتبہ سے اوپر اٹھاؤ جہاں اللہ نے مجھے رکھا ہے۔

خدا کی ہمسری یا اس کی مشیت میں دخیل ہونا کیسا؟ آپ نے ہمیشہ خود کو اس کے سامنے عاجزوں سے زیادہ عاجز اور بے بسوں سے زیادہ بے بس ظاہر کیا ہے اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ جو شخص جس قوت کا جتنا زیادہ علم رکھتا ہے اس سے اتنا ہی ڈرتا ہے۔ موجودہ دور کے اکثر علماء جتنا زیادہ علم ہو اتنا ہی اقتدار کی لالچ' مال و متاع کے لالچ' خدا کے خوف سے بے خوف ہو جاتے ہیں۔ بعض اہل توحید بھی اقتدار کے لالچ میں آکر ایمان جیسی چیز کو لٹا دیتے ہیں۔

حضرت اسعدؓ آپؐ کے خاص مقرب تھے۔ آپؐ نے قبا میں ان کے مکان میں قیام فرمایا تھا۔ لہٰذا جب ۱ھ میں ان کا انتقال ہوا تو آپؐ کو بہت رنج پہنچا۔ یہودیوں نے اس پر طعنہ دیا کہ اگر محمد ﷺ واقعی خدا کے رسول ہوتے تو اس صدمہ میں کیوں مبتلا ہوئے۔ آپؐ نے سنا تو فرمایا میں خدا کے یہاں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ (طبری ۱۲۶۲)

اپنی عقل و دانائی پر انسان کتنا ہی نازاں کیوں نہ ہو۔ اس میں عجیب و غریب باتوں سے متاثر ہونے کا مادہ' عارضی ہی طریقہ پر سہی' پایا جاتا ہے۔ اکثر وہ ان چیزوں کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ جن کو وہ غیر معمولی سمجھے اور جو اس کے قیاس و تجربہ سے بالاتر ہوں اور اس کے برعکس وہ بات جو مافوق الفطرت نہ ہو اپنی صداقت کے باوجود کبھی کبھی اس کی روح کو متوجہ کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ (اسی لئے پیغمبروں کو دوسری تدبیروں کے ساتھ معجزوں سے بھی کام لینا پڑتا تھا) عربوں میں ناخواندگی اور جہالت کے باعث یہ کمزوری بالخصوص نمایاں تھی اور وہ ہر غیر معمولی بات دیکھ کر سہم جایا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے جنھوں نے ان کے اوہام زدہ ذہنوں کو چونکا دیا اور وہ خوف زدہ ہو کر آپؐ کی رسالت کے قائل ہو گئے۔ مگر آپؐ نے ان خیالات کی ہمیشہ تردید کی اور لوگوں کو سوچنے اور سمجھنے کی نصیحت

فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کے کوئی صاحبزادے نہ تھے۔ ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جن کا نام ابراہیم رکھا۔ یہ قدرتی طور آپ کو بہت محبوب بھی تھے لیکن اللہ کی مشیت کہ دودھ پینے ہی کے زمانہ میں ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپؐ کو بہت صدمہ ہوا۔ اتفاق سے اسی دن اس زور کا سورج گرہن پڑا کہ بالکل اندھیرا ہو گیا۔ عربوں میں قدیم زمانے سے یہ خیال رائج تھا کہ سورج گرہن کسی عظیم المرتبت شخص کے مرجانے سے پڑا کرتا ہے۔ اس لئے اس واقعہ سے کفار اتنا متاثر ہوئے کہ ان میں سے کچھ آپ کے پاس گئے اور اپنی مخالفت کی معافی چاہی۔ آپؐ چاہتے تو ان کو فورا اسلام میں داخل کر لیتے لیکن اسلام نے چونکہ دین کی بنیاد تفکر و تدبر پر قائم کی تھی اور نبیؐ کے ذمہ حیوان عاقل کو اس کے پروردگار کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے نہ کہ کرشمہ سازی سے دعوت دینا رکھا تھا اس لئے آپ نے یہ پسند نہ فرمایا اور لوگوں کو جمع کرکے اس کے متعلق ایک مستقل خطبہ دیا جس میں لوگوں کو آگاہ کیا کہ سورج اور چاند خدا کی نشانیاں ہیں کسی کے مرنے یا جینے سے ان میں گہن نہیں لگتا۔

اگر کسی کو اللہ تعالی نے عقل سلیم دی ہو تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کا صرف یہی خطبہ آپؐ کی صداقت کے یقین کے لئے کافی ہے۔ اس خطبہ کے الفاظ صحیح بخاری کتاب کسوف میں محفوظ ہیں۔ اسلام سے پہلے قبل ولایت اور نبوت کے آلہ شفاعت ہونے کا ایک بہت غلط تصور پھیلا ہوا تھا۔ اس کا خاص سبب یہ تھا کہ جو نسبت ایک مطلق العنان بادشاہ اور اسکی رعایا کے درمیان ہوتی ہے۔ کم و بیش وہی خدا اور اس کے بندوں کے درمیان بھی ہے اور جس طرح ایسے بادشاہوں کے دربار میں اور سفارشیوں کے بغیر رسائی نہیں ہو سکتی اسی طرح بارگاہ خداوندی میں بھی درمیانی وسائل کے بغیر شنوائی ہونا محال ہے۔ یہ درمیانی وسائل ان لوگوں کے نزدیک دیوی' دیوتا' پیغمبر اور راہب

وغیرہ تھے اس لئے لوگ ان کی پرستش کرتے تھے اور کہتے تھے۔

ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی۔ (سورۃ زمر ۱)

ترجمہ :۔ ہم ان کو صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کا تقرب حاصل کرا دیں۔

ھؤلاء شفعاء نا عند اللہ۔ (یونس)

ترجمہ :۔ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

طبیعتیں جب انسانوں میں خدائی اوصاف دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہیں تو وہ خدا کا اندازہ بھی انسانی عادات و اطوار پر لگانے لگتی ہیں لوگ ظاہر پر غیب کا قیاس کر لیتے ہیں اور دنیاوی تجربات کی بنا پر خدائی معاملات کی بابت بھی فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسان خود فریبی کی حد تک آسان پسند ہے وہ دشوار مگر صحیح کے مقابلہ میں آسان مگر غلط کی طرف جلد مائل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسے آخرت کے خوف سے چھٹکارہ پانے کا یہ طریقہ بہت پسند آیا کہ اپنے دینی رہنماؤں کی سفارش و شفاعت پر کلی تکیہ کر لے۔

عیسائیوں میں آج بھی کفارہ کا عقیدہ عام ہے۔ وہ حضرت عیسیٰؑ کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ اس پر بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ ہم اس کے متعلق صرف دو عیسائی مفکرین ہی ک رائیں نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

سر آرتھر کین ڈائل نے لکھا ہے کہ "کسی کافر فرقہ نے بھی اس سے زیادہ بھونڈی بات نہیں اختراع کی کہ انسان موروثی گناہ کا داغ لے کر پیدا ہوتا تھا جس کے لئے وہ بذات خود ذمہ دار نہ تھا اور جسے کے لئے کفارہ کی ضرورت تھی اور رب العلمین کو مجبورا اپنے بے گناہ فرزند کی جان قربان کرنا پڑی تاکہ اس پر اسرار لعنت کے اثر کو زائل کیا جا سکے۔

(ڈیلی ایکسپریس' مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۲ء ماخوذ از آئیڈیل پرافٹ' دیباچہ)

او بیکادسٹ کا قول ہے کہ میرے نزدیک کفارہ کا عقیدہ مہمل ہے۔ (ایضا)

اب کفارہ اور شفاعت کے اس عقیدہ کے متعلق قرآنی بیانات ملاحظہ ہوں۔

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق و ھم یعلمون۔ (زخرف۸۶)

ترجمہ :۔ یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے ہاں مگر وہ جس نے شہادت دی حق کی اور وہ جانتے ہیں۔ (یعنی البتہ وہ باذن الٰہی اہل ایمان کی سفارش کر سکیں گے مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ)

بقیہ : شراب نوشی پر وعید

سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بولا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے وہاں نہ بیٹھو جب تک کہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں (اگر تم ایسا کرتے ہو کہ وہاں ہی بیٹھے رہتے ہو) تم بھی انہی کی طرح ہو۔

بقیہ : سرمایہ ملت

عروج پر کچھ نہ کیا گیا تو آپ کو زندگی بھر اس کا حزن و ملال رہے گا۔ لیکن پھر اس وقت کف افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لہذا اب حالات کا تقاضا ہے کہ گوشہ نشینی کی زندگی کو ترک کر کے میدان کارزار میں کودا جائے۔ شاعر کے الفاظ میں ۔

اگر کچھ کام کرنا ہے تو اٹھ کر لے جوانی میں
پلٹ کر پھر نہیں آتا یہ موسم زندگانی کا